رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
شش ماہی .... [illegible]

شرح چندہ
سالانہ .... ے
شش ماہی .... [illegible]

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر:- میر حسن الدین

قیمت پرانا پرچہ (۲/)

قیمت فی پرچہ (۲/)

جلد (۹) | ۲۶ فروردی ۱۳۵۹ف | ۸ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ روز یکشنبہ | ۲۶ فروری ۱۹۵۰ء | نمبر (۴۶)

خدا سے رشتہ جوڑو

صدر ٹرومن کا نیا نعرہ

امریکہ کے صدر ٹرومن فرماتے ہیں:

"نہایت دکھ ہے پچھلے کئی سالوں سے مسائل کا سلسلہ بڑھتا ہی رہا ہے، عام پبلک تنگی بھوک کی تنگی ماندی ہے، اگر ہم ان سب لوگوں میں جو اس زمین پر چلتے پھرتے ہیں، عالمگیر [illegible] پیدا کر سکیں تو بعد آئندہ کبھی جنگ نہ ہوگی ---- اگر دنیا ڈکٹیٹر شپ کو پامال کرے اور صرف خدا سے پیار رشتہ جوڑ لے تو سب ٹھیک ہو سکتا ہے۔"

اگر آپ سے یہ نہ بتادیا جاتا کہ یہ الفاظ مسٹر ٹرومن کے ہیں، بلکہ [illegible] آپ پوچھتے کس نیک بندے نے یہ سچائی کا پیغام دیا، یا اگر پوچھا جائے تو شاید آپ آسانی سے [illegible] کہ [illegible] کسی آدمی کا نام لیتے یا کسی نیک آدمی کا [illegible] واقعی ہے کہ پہلے اور [illegible] جو جنگ کے گھاؤں سے [illegible] دنیا [illegible] امریکہ کے حاکم کے الفاظ ہیں جس نے [illegible] آدھی دنیا کو [illegible] رکھا ہے جس نے [illegible] اسلام [illegible] جس نے جاپان کو روندا ہے اور آج جاپان کے سینے پر سوار ہے جس نے [illegible] ڈالر [illegible] رکھا ہے جس نے مغربی جرمن کو اپنے چنگل میں [illegible] لیا ہے اور جس نے چین میں [illegible] کر ڈالی ہے جس نے یونان میں، ترکی میں، ایران میں اپنی فوجوں کے [illegible] ہوائی اڈے [illegible] سعد [illegible] عالی:

مگر آج دنیا کا سب سے بڑا امپیریلسٹ سامراج، خدا کا نام لے کر دنیا کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہم اللہ والے ہیں، دنیا میں امن و سلامتی قائم کرنے والے ہیں، دنیا کی تنگی بھوکی تنگی ماندی و بیماری کا علاج کرنا چاہتے ہیں، اس کے سارے روگ دور کرنا چاہتے ہیں لیکن کوئی دیوانہ ہی ان الفاظ پر بھروسہ کر سکتا ہے۔

مسٹر ٹرومن نے ڈکٹیٹر شپ اور خدا کا نام ایک ساتھ لیا ہے۔ غالباً ان دونوں لفظوں کا مخاطب سوویٹ روس ہی ہے۔ مسٹر ٹرومن کے خیال میں کمیونزم سے ہی امپیریلزم [illegible] ڈکٹیٹر شپ ہے۔ اس لئے اس ڈکٹیٹر شپ کو [illegible] اور خدا سے رشتہ جوڑنے کی نصیحت بھی اسی لئے فرمائی گئی ہے کہ سوویٹ روس کی سیکولر اسٹیٹ اور کمیونزم کے خلاف سادہ لوح پبلک کو ورغلایا جائے۔

لیکن مسٹر ٹرومن کو یہ بھی بتانا چاہئے تھا کہ اگر روس کے سیکولر اسٹیٹ بری ہے تو کس قسم کی اسٹیٹ کو وہ پسند کرتے ہیں؟ اس سوال کا جواب مسٹر ٹرومن یہی دیتے کہ جیسی امریکہ کی اسٹیٹ ہے۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟ امریکہ میں ایک آدمی کی دولت اس قدر ہے کہ اسے معلوم ہی نہیں کتنی دولت کا وہ مالک ہے، اور ایک آدمی کی غربت اس قدر ہے کہ اسے ایک وقت پیٹ بھرنے کو روٹی نہیں، سر ادھر چھپانے کی جگہ نہیں [illegible]

متحدہ امریکہ ہی تو ہے جہاں شخص گز بھر سر چھپانے کی جگہ کے لئے کنبہ کا کنبہ بک جاتا ہے اور یہ امریکہ ہی تو ہے جہاں ایک میاں بیوی مدت تک اولاد نہیں پیدا کر سکتے کہ ان کی آمدنی اتنی کم تھی کہ بچے کے خرچ کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہ امریکہ ہی تو ہے جہاں ریڈ انڈین کا گوری چمڑی کے سامنے جانوروں کا سا درجہ ہے۔ اگر مسٹر ٹرومن ایسی ہی اسٹیٹ پسند کرتے ہیں اور یقیناً کرتے ہیں تو اس ریاست کی صدارت سے جھوٹے کی طرح چمٹے ہوئے ہیں اور کسی دوسرے کو موقع ہی نہیں دیتے کہ وہ بھی صدر بنے تو سوویٹ روس کی سیکولر اسٹیٹ ضرور بری ہے کہ جہاں ہر آدمی کے کام کاج، کھانے کپڑے، مکان، تعلیم اور دیگر ضروریات زندگی کی ذمہ دار گورنمنٹ ہے جہاں مکان حاصل کرنے کے لئے کسی کنبہ کو بکنے کی ضرورت نہیں پڑتی، جہاں بیوی فقر و فاقہ کے ڈر سے اولاد پیدا کرنے میں خوف نہیں کھاتے اور جہاں کالے گورے کا قطعی کوئی سوال نہیں، مسلم، عیسائی، یہودی کا کوئی نظریہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چھ چھ آزاد جمہوریتیں سوویٹ یونین میں موجود ہیں، سب کو برابر کے حق ہیں، سب کو جینے کا ادھیکار ہے۔

اگر روس کی سیکولر اسٹیٹ جسے مسٹر ٹرومن ڈکٹیٹر شپ کی اسٹیٹ سمجھتے ہیں، انہیں گناہوں کی پاداش میں قابل گردن زدنی ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی اسٹیٹ سے ہزاروں درجہ بہتر ہے۔ دنیا کو ایسی مذہبی [illegible] سے معاف ہی رکھا جائے تو کرم ہوگا [illegible] نہ کرے، اچھا ہے [illegible]

سوشلسٹ پارٹی اور زبان اردو

حال ہی میں سوشلسٹ لیڈر مسٹر [illegible] خاقان اسلام [illegible] زبان کے [illegible]

۷۸۶
۹۲

مملکت

۲۶ فروری ۱۹۵۹ء

اقلیت کیلئے پُرامن ماحول کی ضرورت

چند ماہ قبل ہم نے غنڈہ عناصر کی غیر سماجی سرگرمیوں کی مذمت کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ اقلیتی فرقہ کے لئے ایک ایسا پُرامن ماحول پیدا کیا جائے جس میں وہ بدلے ہوئے حالات سے مطابقت پیدا کرتے ہوئے اپنی گری ہوئی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کر سکے ہم نے عرض کیا تھا کہ اگر دکن کے مسلمانوں کی جان، عزت و آبرو، ان کی جائداد اور ان کی عورتوں کی عصمت کو غیر سماجی عناصر کے دست برد سے بچانا ہے تو اس کی واحد صورت یہ ہے کہ حکومت اور ہندو قائدین ہندو لوگوں کے دل و دماغ سے اس پروپگنڈے کے اثرات کو زائل کریں جو ستمبر ۱۹۴۸ء سے قبل کیا گیا تھا۔ اقلیت کی حفاظت صرف نظم و نسق یا پولیس کے اچھے یا برے ہونے پر منحصر نہیں ہے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اکثریتی فرقہ کا کونسا عنصر پبلک زندگی کے رجحانات کو متاثر کرنے میں غالب حصہ رکھتا ہے۔ ہندو قوم میں شریف اور سنجیدہ عناصر کی کمی نہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ایسے اچھے عناصر پبلک زندگی میں اثر و رسوخ نہیں رکھتے۔ جب تک ہندو قوم کے امن پسند، شریف اور اچھے عناصر پبلک زندگی میں موثر آواز پیدا نہ کریں اقلیتی فرقہ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی خطرہ میں رہے گی اور فرقہ واری ہم آہنگی پیدا ہونا دشوار ہوگا۔ اور جب تک ایسا نہ ہو صحیح معنوں میں غیر مذہبی جمہوریت کا نشوونما مشکل ہوگا۔ ہم نے یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ چند ایسے ہندو لیڈر منظر عام پر آئیں جو اقتدار کی دلفریبیوں سے دور رہ کر گاندھی جی کے فلسفہ کو عملی جامہ پہنانے کا عزم کر لیں۔ جب تک یہ بنیادی کام انجام نہ پائے اقلیت کی طمانیت کے لئے جو کچھ کہا یا کیا جائے گا وہ نتیجہ خیز نہ ہوگا۔

معلوم نہیں ہمارے اس مشورہ کا کیا اثر ہوا لیکن ہم یہ برابر دیکھ رہے ہیں کہ غنڈہ اور غیر سماجی عناصر اقلیتی فرقہ کو پریشان کئے جا رہے ہیں۔ گذشتہ چند ہفتوں میں ریاست کے بعض مقامات پر ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں جن سے اقلیتی فرقہ میں پھر ایک بے چینی اور سراسیمگی پیدا ہو گئی ہے۔ ان میں سے ایک تازہ واقعہ ... قصبہ کردن کا ہے جہاں غنڈہ گردی نے ۲۳ مسلمانوں کی جان لی اور پانچ مکانات نذر آتش کر دئے گئے۔ ان واقعات کی تفصیل اخبارات میں شائع ہو چکی ہے جس کے اعادہ کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس خصوص میں ریلیف کمیٹی اورنگ آباد کے معتمد مسٹر ڈی۔ ایل۔ پھاٹک اور جمعیت العلماء کے معتمد نے جو مشترکہ بیان شائع کیا ہے وہ توجہ کا محتاج ہے ان حضرات نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ:۔

"پولیس ایکشن سے اب تک تین مرتبہ یہاں حادثات قتل ہوئے ہیں جن میں ساٹھ سے زیادہ مسلمان قتل ہوئے۔ مکانات لوٹے اور جلائے گئے اور کھیتوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ ان تمام حالات کی تحقیق ایک آزاد و غیر جانبدار کمیشن سے ہو سکتی ہے جو غنڈہ گردی کی پشت پناہی کے مراکز کو دریافت کر کے خاطیوں کو سنگین سزا دلوائے۔ ہمیں یقین ہے کہ تحقیقاتی کمیشن اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ اس ہنگامہ قتل اور آتش زنی کا موجب انتقامی جذبات کی پرورش اور سرکاری افسروں کا مجرمانہ تغافل ہے۔"

اسی طرح نظام آباد کے ضلع میں غنڈہ عناصر نے جو زیادتی کی ہے اس کی تفصیل اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ:۔

"فسادیوں نے اقلیتی فرقہ کے مکانوں میں گھس کر دکانوں کا سامان توڑ دیا اس کے بعد ایک جلوس کی شکل میں نکل کر راستہ میں جو بھی مسلمان نظر آیا اسے پیٹا، ٹوپیاں پھاڑ ڈالیں، شیروانیاں اتروائی گئیں۔ جب بعض کانگریسی کارکنوں نے ایک جلسہ کرنا چاہا تو ان فسادی عناصر نے پنڈال پر قبضہ کر لیا۔ مقامی صدر کانگریس نے تقریر کرنی چاہی تو ان پر آوازے کسے گئے۔ اور تقریر کرنے سے روک دیا گیا۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ وہ عناصر تھے جنہیں کانگریس میں حصہ لینے سے روکا گیا اور ... کرنے کے لئے انہوں نے غنڈہ گردی شروع کر دی۔

اسی طرح جالنہ سے یہ اطلاع آئی ہے کہ وہاں ۲۰ جنوری سے غنڈہ گردی کا سلسلہ جاری ہے مسجد کے قریب دو آدمیوں کو بری طرح زخمی کیا گیا اور دو مسلمانوں کی ٹوپیاں چھینی گئیں۔ اب تک کسی کی گرفتاری کی اطلاع نہیں ملی۔

غرض یہ واقعات جسمانی تک محدود نہیں ہیں ان کے اثرات سارے ملک کی فضا کو خراب کر دیں گے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ نہ تو اقتدار کی خواہش مند ہیں اور نہ اکثریتی فرقہ کے فیصلوں میں حائل ہونا چاہتے ہیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ عام شہریوں کی طرح انہیں پُرامن اور باعزت زندگی نصیب ہو اور وہ اپنی قسمت روزی کما سکیں۔ پولیس ایکشن کے بعد لاکھوں مسلمان بے خانماں ہو گئے معاشی دور میں نقصان اٹھایا اور دوسری طرف ملازمتوں سے نکالے جا رہے ہیں۔ جو مسلمان ملازمتوں سے علیحدہ کئے گئے ان کی تعداد بیان کیا جاتا ہے کہ پچاس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ان سب واقعات نے ان کا سکون قلب چھین لیا ہے۔ اکثریتی فرقہ کے لیڈروں کا کام تھا کہ ملک میں ایسی فضا پیدا کریں جس میں مسلمان اطمینان کا سانس لے سکیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب عوام پر قائدین کا اثر باقی نہیں رہا۔ بعض قائدین اقتداری سیاسیات میں الجھے ہوئے ہیں اور بعض جو مخلص ہیں کام کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو عوام پر قابو نہیں اس لئے اب یہ توقع رکھنا بے سود ہے کہ قائدین غیر سماجی عناصر کا قلع قمع کرنے میں مدد دیں گے۔ ہم ان قائدین سے مایوس ہو چکے ہیں اب صورت حال کو صرف حکومت ہی بہتر بنا سکتی ہے۔ ہم اس مطالبہ کی تائید کرتے ہیں کہ حکومت ایک غیر جانبدار کمیشن کے ذریعہ ان واقعات کی تحقیق کرائے اور ان اسرار کا پتہ چلائے جو غنڈہ گردی کا باعث ہو رہے ہیں۔ فسادات کے موثر انسداد کی یہی ایک صورت ہے۔

امتیازی سلوک

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بہت سے پروفیسروں کے خطوں سے اخبارات میں یہ افسوسناک شکایت شائع ہوئی ہے کہ کانسٹی ٹیوشن ... کے تحت مقامی ڈاکخانے مسلمانوں کے پوسٹل آرڈر بھنانے کے لئے تیار نہیں ہوئے اور نہ مسلمان افسر کو کسی اجازت کے بغیر ... مناسب رقم ... کا حق رکھتے ہیں۔ یہ امتیازی سلوک بہت برا ہے۔ اس ... کے لئے ... کے قانون میں اس بات کی تشریح ہے کہ ہندوستان کے کسی گروہ کے ساتھ مذہب، زبان اور نسب کی بنا پر امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ حیرت ہے کہ نیچے کے حکام کی یہ روش ہوا اور ...

ومتازی سلوک کی ایک ہی مثال نہیں ہے۔ اگر کوئی سننا چاہے تو اس کی بہت سی نظیریں دی جا سکتی ہیں۔ مگر یہ سلوک تو اچھوتوں کے ساتھ بھی روا نہیں رکھا جاتا پھر مسلمانوں کے ساتھ ایسا سلوک کیوں ہے؟ کیا مسلمان ہندوستان کے شہری نہیں ہیں؟ کیا جمہوریت کے قانون سے انہیں مستثنیٰ کر دیا گیا ہے؟ کیا افسروں کو اس بات کا لائسنس مل گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو پریشان کریں اور ان کی راہ میں مشکلات ڈالیں؟ سیکولرازم کی صداقت اور جمہوریت کا تقاضا کیا ہے۔ (الجمعیۃ)

سنہ ۱۹۵۰ء کا سب سے بڑا تاریخی واقعہ ہے

لندن ۲۰ فروری۔ روس اور عوامی چین میں جو ۳۰ سالہ معاہدہ حال ہی میں طے پایا ہے۔ آج کل وہ برطانوی اخبارات کا موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ اس تاریخی معاہدہ پر اخبار "اسٹیٹس مین اینڈ نیشن" تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سوویٹ یونین اور عوامی چین میں جو معاہدہ طے پایا ہے وہ سنہ ۱۹۵۰ء کا سب سے بڑا واقعہ ہے اور اس معاہدہ سے آئندہ کئی سال تک کے لئے مشرق بعید کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ اسی اخبار نے آگے چل کر لکھا ہے کہ زیر بحث معاہدے میں روس نے عوامی چین کو جو مراعات دیئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ روس چینی عوام کا حقیقی دوست ہے اور وہ چاہتا ہے کہ چین کو بھی دنیا کی ان قوموں میں شمار کیا جائے جو ڈالر اور پونڈ کی مداخلت کے بغیر آزاد ہیں اور عالمی امن کی کوششوں میں سوویٹ یونین کے دوش بدوش دنیا کے کروڑوں عوام کو ان کے جائز حقوق دلانے کے لئے سامراجی ملکوں سے برسر پیکار ہیں۔ اخبار مذکور نے عوامی چین اور روس کے مابین طے شدہ معاہدہ کی کامیابی کے امکانات پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب فریقین کے تعلقات کے خوشگوار اور دوستانہ ہونے میں ہمیں کوئی شبہ نہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ یہ معاہدہ ناکام رہے۔ اخبار مذکور نے ویٹ نام کو امریکی امداد اور فرانس کے انقلابیوں کو کچلنے کے لئے امریکہ کی فوجی امداد پر تبصرہ کرتے ہوئے امریکہ پر سخت نکتہ چینی کی ہے اور لکھا ہے کہ امریکہ کو یہ جان لینا چاہئے کہ عوامی طاقتوں کے سامنے امریکہ کی طاقت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو امریکہ کو کامیابی حاصل نہ ہوگی۔ اور اس حقیقت پر چین میں امریکہ کی عبرت انگیز ناکامی نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

نظامت بازماموری و فراہمی روزگار

حالیہ زمانے میں کسی مملکت کے لئے ایک ایسے قومی ادارے کی موجودگی جو بیروزگاروں کو روزگار فراہم کرے انتہائی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اس قسم کے ادارے کا مقصد ملک سے بیروزگاری کو دور کرنا اور ملازمین کی رسد اور مطالبہ کے درمیان یکسانیت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اس مقصد کی خاطر اس ادارہ کو روزگار کی حالت اور ملازمین کے مطالبے کے متعلق اعداد و شمار جمع کرنا پڑتے ہیں اور پھر ملک بھر میں ملازمتوں کی ادل بدل اس کا ایک اہم کام ہوتا ہے۔

ہندوستان کے دوسرے حصوں کی طرح حیدرآباد میں بھی ایک سرگرم اور مکمل محکمہ نظامت بازماموری و فراہمی روزگار قائم ہے جس کی ابتداء گذشتہ جنگ کی ہنگامی ضروریات کے تحت ہوئی تھی لیکن اس کے بعد سے اس محکمہ کو ترقی دی گئی اور اس میں قابل لحاظ توسیع ہوئی چنانچہ اب یہ سیاسی فہرست کا ایک انتہائی کارگر ادارہ بن گیا ہے۔ جنگ کے دوران میں حکومت نے سنہ ۱۹۴۳ء میں مجلس فراہمی روزگار (فنی و غیر فنی اشخاص) کے نام سے ایک عارضی محکمہ قائم کیا تھا تاکہ ہندوستان کی فوجی خدمات کی مختلف شاخوں کے لئے اور ان مقامی صنعتوں کے لئے جو جنگی کاموں میں مصروف تھیں موزوں امیدواروں کو بھرتی کیا جائے۔ ۱۹۴۵ء میں جنگ ختم ہو جانے کے بعد حکومت نے بھرتی کرنے والے اس ادارے کو نظامت (ریسٹلمنٹ اینڈ امپلائمنٹ) بازماموری و فراہمی روزگار میں تبدیل کر دیا تاکہ جنگ کے بعد فوج سے علیحدہ شدہ اشخاص کو سیول خدمتوں میں جذب کرنے کے سلسلے میں مؤثر طور پر نپٹا جا سکے۔ پہلے اس کا قیام دو سال کے لئے ہوا تھا لیکن بعد میں اس کو مستقل محکمہ بنا دیا گیا اور تلاش معاش کرنے والوں کی مدد کرنے کی خاطر اس کے کام کے دائرے کو بھی بڑھا دیا گیا۔

حیدرآباد میں ایک دفتر علاقہ واری مبادلہ روزگار (ریجنل امپلائمنٹ اکسچینج) ہے اور مرہٹواڑہ اور تلنگانہ کے علاقوں کے لئے روذیلی دفاتر علاقہ واری مبادلہ روزگار ہیں جو نظامت "بازماموری و فراہمی روزگار" (ریسٹلمنٹ اینڈ امپلائمنٹ) کی نگرانی میں اور اس کی ہدایات کے مطابق کام کرتے ہیں۔ یہ دفاتر دوسرے اور مکانوں کے علاوہ آجروں اور نوکروں میں یکسانیت پیدا کرنے کا کام اہم فرض بھی انجام دیتے ہیں اور پیداوار صنعت کے مختلف میدانوں میں تلاش معاش کرنے والوں نیز آجروں کے درمیان ربط قائم کرتے ہیں۔ بعض ترقی یافتہ ممالک میں کارخانوں کے منتظمین کو قانون کے ذریعہ پابند کیا گیا ہے کہ وہ ریجنل امپلائمنٹ ایجنسیز کے توسط سے لوگوں کو اپنے یہاں ملازم رکھیں۔ حیدرآباد میں ان اداروں کے ذریعہ نہایت مفید مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں کیونکہ ریاست کی زیادہ تر صنعتیں ریاستی حکومت کے زیر انتظام ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ تمام ملکوں میں اگرچہ حکومت سب سے بڑی آجر نہیں ہوتی لیکن بڑے آجروں میں سے ایک ضرور ہوتی ہے اس لئے حیدرآباد میں بھی معتمدیوں کے سوا تمام دفتروں کے لئے ملازمین کے فراہم کرنے کا کام نظامت بازماموری و فراہمی روزگار (ریسٹلمنٹ اینڈ امپلائمنٹ) کے ذمہ کیا گیا ہے۔

مبادلہ روزگار کے دفتروں پر جن (۲۵) ہزار امیدواروں نے اپنے نام رجسٹر کرائے تھے ان میں سے اس ہزار سے زیادہ امیدواروں کو موزوں خدمتوں پر لگا دیا گیا ہے۔ یہ محکمہ ایسی اسکیموں پر غور کر رہا ہے جن سے کہ مبادلہ روزگار کے دفتروں کو زیادہ کارگر بنایا جائے تاکہ ان کے ذریعہ ریاست کے تمام بے روزگاروں کو روزگار فراہم کیا جائے۔

محکمہ فراہمی روزگار کے کاموں کو اس کی تربیتی اسکیموں کے متعلق کچھ جانے بغیر سمجھنا ناممکن ہے۔ انسانی قوت کی مناسب تقسیم اور پیداوار ذرائع سے استفادہ کرنے کا کام جو اس محکمہ کے بنیادی مقاصد ہیں، روزگار کی ضروریات اور صنعتی بازار کے لئے ہنرمند انسانی قوت کی تربیت کے مسئلے سے گہرا تعلق رکھتا ہے اس لئے حکومت نے مختلف تربیتی اسکیمیں منظور کی ہیں جن میں فنی تربیتی اسکیم ایک نمایاں درجہ رکھتی ہے۔ اس اسکیم کے تحت (۲۱) امیدوار حکومت ہند اور حکومت حیدرآباد کے درمیان طے شدہ انتظامات کے مطابق بمبئی اور مدراس کے تربیتی مراکز کو روانہ کئے گئے ہیں۔ مقامی صنعتی مراکز میں تقریباً آٹھ سو اشخاص تربیت حاصل کر چکے ہیں اور تقریباً (۲۲۲) اشخاص اب بھی فنی تربیتی مرکز کاچی گوڑہ میں زیر تربیت ہیں جس کو خاص طور پر کسی کمی کے بغیر رون کا قانون رکھا گیا ہے۔

حکومت نے فوج سے علیحدہ شدہ اشخاص اور ان کے متعلقین کو مالی امداد دینے کے لئے ایک دس سالہ منصوبہ منظور کیا ہے تاکہ انہیں تعلیم سے استفادہ کرنے کے قابل بنایا جائے۔ اس اسکیم کے تحت امیدواروں کو مالی امداد دینے کی خاطر (۵۹۴۵۰۰۰) روپئے کی مجموعی رقم منظور کی گئی ہے اور اب تک (۶۲۰) علیحدہ شدہ فوجی اور ان کے متعلقین کے واسطے یہ امداد منظور کی جا چکی ہے۔ سنہ ۱۹۴۹ء میں ان لوگوں پر (۹۰۲۳۲) روپئے خرچ ہوئے اور سال رواں میں یہ خرچ (۲۱۰۸۴) ہے۔

نظام آباد

جنوری میں نظام آباد اور اس کے نواحی میں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ ان فسادات کے متعلق سرکار کی طرف سے کوئی ایسا اعلان یا بیان جاری نہیں ہوا جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ان مقامات پر جو درندگی ہوئی ہے جو جانی اور مالی نقصانات ہوئے ہیں ان کے متعلق
[illegible]

سیاسی نمک پارے

از

کثافت

بلا تنقید:۔

انگریز ہماری طاقت کی وجہ ہندوستان سے نہیں گئے اور ۷۰ سال کی قومی تحریک ان کے جانے کا باعث ہوئی بلکہ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد انگریز کمزور ہو گئے تھے اور اتنے بڑے بر اعظم پر قبضہ رکھنا ان کے بس کی بات نہیں تھی اس لئے انھوں نے مناسب سمجھا کہ عزت کے ساتھ ہندوستان چھوڑ دیں۔ (شیر کشمیر شیخ عبداللہ)

بوٹ کلب میں ادبی محفل۔ (اخباری سرخی)

ایک غیر مصدقہ خبر ہے کہ بوٹ کلب میں ایک مشاعرہ بھی ہوا۔ مصرعہ طرح یہ تھا:۔

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ

"چند طالبات" نے زنانہ کالج کے ہاسٹل کی بدانتظامی سے متعلق "پیام" میں ایک مراسلہ شائع کرایا تھا اب دیگر "چند طالبات" کا ایک مراسلہ معاصر "سلطنت" نے شائع کیا ہے جس میں "پیام" پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ:۔

پرنسپل صاحبہ نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے یہ طے کیا ہے کہ کوئی لڑکی اپنے والدین یا سرپرست کی اجازت کے بغیر ہاسٹل کے باہر نہ جائے اور نہ کسی مرد سے ہاسٹل میں ملاقات کرے۔ یہ سب کچھ ہماری حفاظت اور فلاح کے لئے کیا جا رہا ہے۔

ایسی قید و بند کو معاصر "پیام" رجعت پسندی اور پیار ذہنیت نہیں تو کیا ترقی پسندی سے تعبیر کرے گا۔

یونائیٹڈ پریس کی اطلاع ہے کہ:۔

امریکہ میں کوئلہ کی کانوں میں کام کرنے والے چار لاکھ مزدوروں نے جو ہڑتال کر رکھی ہے اس کے ختم ہونے کے امکانات نظر نہیں آتے سارے امریکہ میں کوئلہ کی قلت محسوس ہو رہی ہے۔ مغربی ورجینیا میں ریلیں بند ہیں۔ بہت سے کارخانے بند ہو گئے ہیں۔ اس ہڑتال کا اثر برقی پر بھی پڑا۔

اگر ان مزدوروں کی قیادت مسٹر مہادیو سنگھ کے ہاتھ میں ہوتی تو کوئلہ کی قلت محسوس ہوتی نہ ریلیں اور کارخانے بند ہوتے اور نہ قوت برقی پر اثر پڑتا مگر ہڑتال برابر جاری رہتی۔

میر عالم کی منڈی میں چاولوں کی کھلے بندوں چور بازاری ہو رہی ہے۔ چاول فی روپیہ ایک سیر فروخت کیا جا رہا ہے۔ (دکن نیوز)

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ایک معاصر نے ایک مراسلہ شائع کیا ہے جس میں یہ شکایت کی گئی ہے کہ:۔

محکمہ بلدیہ صفائی کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ بڑی بڑی سڑکوں کے علاوہ صفائی ہر جگہ غائب نظر آتی ہے گلی کوچوں اور چھوٹی سڑکوں پر صفائی کا انتظام ناگفتہ بہ ہے۔

بڑی سڑکوں کی صفائی بلدیہ کے مزدور کر دیتے ہیں دوسرے مقامات کی صفائی بینڈ والوں کو کرنی چاہئے۔

معاصر "سلطنت" کی اطلاع ہے کہ:۔

مشہور عوامی قائد نواب منظور جنگ بہادر نے طیران گاہ پر وزیر اعظم کشمیر کا استقبال کیا اور منتقل کا زریں ہار پہنایا۔

بعض ہوا گو یہ عجیب ہے پتہ چلانے کی کوشش کی کہ اس مشہور عوامی قائد کے پیچھے کون ہیں تو معلوم ہوا کہ صرف ایک اردو مدیر سلطنت ہیں۔ عوام کو منظور جنگ کی قیادت منظور نہیں۔

دکن نیوز کی اطلاع ہے کہ:۔

۱۰ مارچ میں مسٹر گوپیداس شرما نے ایک کنونشن طلب کیا ہے۔ اس اجلاس میں مستعفی شدہ کانگریسی ارکان آئندہ لائحہ عمل سے متعلق اہم مسائل پر غور کریں گے۔

آئندہ لائحہ عمل یہی ہو سکتا ہے کہ یہ ارکان سوامی جی کی طرح تارک الدنیا ہو جائیں۔

اچاریہ دبر ادھیکاری نے اسوسی ایٹیڈ پریس کے نمائندے سے کہا کہ:۔

زبان واری صوبوں کی تشکیل سے گوناگوں قومیتوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ ہندوستان کے دستور کو وفاقی کے بجائے وحدانی نوعیت سے بدل دیا گیا ہے۔

زبان واری صوبوں کی تحریک انھیں لیڈروں نے کھڑا کی تھی جو ایک قومی نظریہ کے حامی تھے۔

معاصر "سلطنت" کی رائے ہے کہ:۔

سررشتہ راشن بندی اور حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن نے ملک کی غذائی صورت حال کو بڑی حد تک قابو میں رکھا ہے۔ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن یقیناً ایک اہم اور سود مند سررشتہ ہے۔

سود مند ان معنوں میں کہ اس سررشتے سے بڑے قیمتی اشتہارات حاصل ہوتے ہیں۔

طلبہ کو "پیام" کا مشورہ ہے کہ:۔ اگر طلبہ دوسری صرف جامعہ کے خلاف ہنگامے کرتے رہیں گے تو ان کا مقصد کبھی بھی شرمندہ تکمیل نہیں ہوگا۔ انھیں اپنی جد و جہد کو زیادہ وسیع نقطۂ نظر سے آگے بڑھانا چاہئے۔

مطلب یہ ہے کہ طلبہ تعلیم ترک کر کے ہڑبونگ شروع کر دیں۔

زندگی کے بنیادی اصول اور اسلام

از
محمد سرور

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ دین اسلام میں زندگی کے جو بنیادی اصول بتائے گئے ہیں ان پر چلنے میں ایک صالح اور مفید معاشرے کی عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اسلام کے ان بنیادی اصولوں میں انسان کی انفرادی، اجتماعی، معاشی اور روحانی سب ضرورتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ نیز ان میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر جو فطری استعدادیں رکھی ہیں، ان کی برابر نشو و نما ہوتی رہے۔ اور کوئی ایسا نظام یا کوئی ایسا قاعدہ نہ بنے جو انسانوں کے قدرتی ارتقا میں خارج ہو اور اس کی وجہ سے ان کی فطری استعداد مختصر ہو جائیں۔

اسلام کے نزدیک معاشرہ کوئی جامد چیز نہیں کہ وہ ہمیشہ ایک ہی حال پر رہے۔ اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔ معاشرہ مادی حالات اور انسانوں سے بنتا ہے۔ اور ظاہر ہے جب مادی حالات بدل گئے تو یقیناً معاشرے میں بھی تبدیلی ہو گی اور معاشرے کی تبدیلی کے معنی یہ ہیں کہ اس کے قواعد اور طریقے بدلیں۔ ان کے نظام میں تغیر ہو۔ پہلے جس طرح لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی تھیں، تبدیلی کے بعد ان ضرورتوں کو نئی طرح سے پورا کیا جائے۔ معاشرے میں یہ تبدیلی ایک فطری چیز ہے۔ اور یہ دراصل علامت ہے اس بات کی کہ معاشرہ زندہ ہے۔ اور اس کا تعلق زندہ انسانوں سے ہے۔

کسی معاشرے کا سب سے اہم اور بنیادی پہلو اس کا نظام حکومت ہوتا ہے۔ سچ پوچھئے تو نظام حکومت ہی وہ بنیاد ہے جس پر معاشرے کی طرح پڑتی ہے۔ وہی اس میں نظم و ترتیب قائم رکھتا ہے اسی کی وجہ سے معاشرے کے افراد مل جل کر زندگی گزارتے ہیں۔ اور ان میں تصادم نہیں ہوتا۔ ایک معاشرے کے لئے نظام حکومت کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو جسم میں روح کی ہے۔ اگر معاشرہ نظم حکومت سے محروم ہے تو وہ معاشرہ نہیں بلکہ انسانوں کی ایک بھیڑ ہے، کہ ابھی وہ ریت کے تودے کی طرح جمع ہیں۔ اور پل بھر میں ایک جھکڑ آیا، اور وہ تودہ ذرات میں تبدیل ہو گیا۔

ہر معاشرے کی سب سے پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس میں کوئی نظم پیدا ہو اور اس نظم کا تانا بانا ان حالات سے تیار ہوتا ہے جن میں وہ معاشرہ اس وقت گھرا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی کوئی خاص شکل متعین نہیں ہو سکتی۔ کبھی ایک خاندان کا سب سے بوڑھا آدمی معاشرے کا سربراہ مان لیا جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس معاشرے میں جتنے بھی بڑے خاندان ہوں، ان سب کے بوڑھے قوت حاکمہ بن جاتے ہیں، کبھی سردار کا بیٹا سردار ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح یہ سلسلہ آگے چلتا ہے، اور بادشاہت کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور کبھی معاشرے کے افراد جمع ہو کر ایک شخص کو اپنا حاکم چن لیتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

غرض یہ کہ نظم حکومت کی ہر معاشرے میں اپنے ماحول کے اعتبار سے الگ الگ شکلیں ہوا کرتی ہیں اور یہ تبدیلی احوال کے ساتھ برابر بدلتی رہتی ہیں۔ کسی معاشرے کے نظم حکومت کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ معاشرے میں نظم قائم ہو، لوگ امن و چین سے رہیں، ان پر ظلم نہ ہو اور ان کی ہر طرح کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک وہ معاشرہ جس میں ہر فرد کے تمام تقاضے پورے ہوتے رہیں، اور ان تقاضوں کے مظاہر میں پورا اتحاد عمل موجود ہے وہ معاشرہ کامل ہے، اور یہ اسی وقت وجود میں آ سکتا ہے، جب کہ فرد اور جماعت کے فطری تقاضوں میں عدالت و توازن کارفرما ہو۔

فرد اور جماعت میں یہ عدالت و توازن کس طرح کارفرما ہو سکتا ہے یا دوسرے لفظوں میں ہم معاشرہ کامل کس طرح وجود میں لا سکتے ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام ہماری اس طرح رہنمائی کر سکتا ہے اور اس نے عملاً رہنمائی کی بھی ہے۔

مثال کے طور پر ہم معاشرے کے قیام کے لئے جیسا کہ ہم اوپر ذکر بھی کر آئے ہیں، نظم حکومت ابتدائی شرط ہے اگر کسی معاشرے کا نظم حکومت اچھا ہو گا تو یقیناً وہ معاشرہ بھی اچھا ہو گا۔ اب اسلام نے نظم حکومت کے سلسلے میں ہمیں ایک ایسا اصول بتایا ہے، جو ایک کامل معاشرے کا اساس بن سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

معاشرے پر اس کی مرضی اور مشورے سے ہی حکومت ہو سکتی ہے چنانچہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا گیا کہ وہ صحابہ سے مشورہ کیا کریں۔ آپ کا زندگی بھر معمول رہا کہ جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو اہل مدینہ کو مسجد میں جمع ہونے کو کہا جاتا۔ اور ان سے مسئلہ زیر بحث پر رائے لی جاتی۔ اور باہم مشورے سے جو فیصلہ ہوتا اس پر عمل کیا جاتا۔

آپ کے بعد بھی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہی طریقہ رہا مگر بعد میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے عہد میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے ایک حد تک اسلام کے اس بنیادی اصول پر برابر عمل ہوتا رہا۔ اور جب خلافت راشدہ کو بنی امیہ نے بادشاہت میں بدل دیا، اور بنو امیہ کے بعد دوسرے شاہی خاندان برسر اقتدار آئے تو ان کے زمانہ میں بھی گو علانیہ سہی لیکن ظاہرہ اس پر عمل کرنے کی ہر دور کوشش کی جاتی رہی۔

یہ ہے نظام حکومت کے متعلق اسلام کا اساسی اصول

اسلام نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ حکومت کوئی غیر مسئول ادارہ نہیں کہ جو اس کے جی میں آئے کرے۔ اور کوئی اس سے پوچھنے کا روادار نہ ہو۔ یہ تصور کہ سلطان ظل اللہ ہے۔ وہ اگر انصاف کرے تو یہ اس کی عنایت ہے۔ اور اگر وہ ظلم کرے تو اس کا جواب دہ وہ اللہ کے سامنے ہوگا۔ لوگوں کو اس سے باز پرس کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہرگز اسلامی تصور نہیں ہے بلکہ بعد میں مسلمان بادشاہوں نے اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے اسے اپنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جا سکتا ہے — خود آپ کا عمل اس بات پر گواہ ہے کہ آپ بحیثیت امیر کے جو کچھ کرتے اس کے بارے میں پہلے اپنے صحابہ سے مشورہ لیتے۔ اور اس کے بعد صحابہ کو یہ حق بھی تھا کہ وہ آپ سے پوچھتے کہ ایسا کیسے ہوا؟

آپ کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں ایک معمولی سا یہ دیکھا ایک غریب بڑھیا جس طرح سر عام حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر خلیفہ سے جواب طلب کرتی، اور ان سے یہ پوچھتی تھی کہ اے عمر! تو نے یہ کیوں کیا؟ اور یہ کہ تیرا یہ فیصلہ غلط ہے۔ اس قبیل کے واقعات سے اس عہد کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ اور پھر ایک بدو کا سب کے سامنے خلیفہ کو یہ کہنا کہ اگر تو سیدھے راستے پر نہ چلا تو ہم تجھے تکلے کی طرح سیدھا کر دیں گے۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام میں حاکم یا قوت حاکمہ لوگوں کے سامنے جواب دہ ہے۔ اور وہ مطلق العنان نہیں۔

حکومت جمہور کے سامنے جواب دہ ہے
یہ ہے دوسرا اصول اسلامی سیاست کا

قرآن مجید کا حکم ہے کہ جو لوگ محروم ہیں ان کا باثروت لوگوں کے مالوں میں معین حصہ ہے۔ اور یہ ٹھیک نہیں کہ معاشرے کا ایک حصہ تو گل چھرے اڑائے اور دوسرا حصہ بھوکوں مرے۔ ایسی صورت میں ارشاد ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے پاس کھانے سے زیادہ ہو ان کا فرض ہے کہ ان کی ضروریات سے جو کچھ بھی بچے اسے وہ اپنے حاجت مند بھائیوں پر صرف کر دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں کہ جو شخص خود پیٹ بھر کر سو جائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو وہ مومن نہیں۔ آپ کا اپنا عمل یہ تھا کہ خود بھوکے رہتے لیکن حاجت مند کو دروازے سے خالی نہ لوٹاتے۔ اور کبھی یہ نہیں ہوا کہ آپ نے کھانا کھا لیا ہو اور آپ کے صحابہ بھوکے

چونکہ زندگی کے آخری دنوں میں سارا جزیرہ عرب آپ کے زیر فرمان تھا اور امیروں سے لاکھوں روپیہ آپ کے پاس پہنچتا تھا لیکن آپ کا معمول تھا کہ سب کا سب حاجت مندوں پر صرف کر دیتے اور اپنے لئے کچھ بھی نہ رکھتے۔

آپ کے بعد خلفاء راشدین آپ کی سنت پر برابر عامل رہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں عرب میں سخت قحط پڑ گیا حضرت عمرؓ خود بہ نفس نفیس راتوں کو یہ ٹوہ لگاتے پھرتے تھے کہ کون ایسا گھرانا ہے جہاں لوگ فاقے سے ہیں۔ قحط کے زمانے میں آپ کو عام طور پر ایسی غذا کھانی پڑتی تھی وہ ہضم نہ ہوتی اور آپ کے پیٹ میں گڑ گڑ رہتی۔ ایک دفعہ آپ نے پیٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"تیرا جی چاہے تو گڑگڑا اور تیرا جی چاہے
تو نہ گڑگڑا مگر تیرے لئے میرے پاس
سالن اس وقت تک نہیں ہے
جب تک کہ قحط کی موجودہ مصیبت
مسلمانوں کے سر سے ٹل نہ جائے۔"

آپ کا ایک اور ارشاد ہے:۔

"میں بہت ہی برا حاکم ہوں گا کہ
اچھا اچھا تو خود کھاؤں، اور
اور لوگوں کو بری خراب خستہ
چیزیں کھلاؤں۔"

یہ اور اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے نزدیک حکومت یا ارباب حکومت کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کی اقتصادی ضرورتوں کے کفیل ہوں۔ یہ اسلام نہیں ہے کہ لوگ تو بھوکے اور ننگے ہوں اور حکام عیش و عشرت کریں۔ الغرض۔

اسلام کے نزدیک ریاست کا یہ
فرض ہے کہ وہ لوگوں کی اقتصادی
ضرورتوں کی کفیل ہو یہ اسلام کے
اقتصادی نظام کا بنیادی اصول ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا وہ مشہور قول بھی یاد رکھنا چاہئے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا رہے گا، تو آخرت میں اس کا جواب دہ میں ہوں گا۔

آئین سیاست میں مشہور عالم کی ذہنیت اور حکومت کی عوام کے سامنے مسئولیت یہ اسلام کے دو اساسی اصول ہیں، اور اقتصادیات میں اس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ریاست کا فرض ہے کہ وہ عوام کی ضرورتوں کی کفیل ہو۔

ان بنیادوں پر جو نظام بنے گا، اس کی کچھ اور تفصیلیں بھی اسلام نے بتائی ہیں مثلاً اس نظام کی شرط یہ ہے کہ اس میں عدل و انصاف کو مرکزی حیثیت حاصل ہونی چاہئے چنانچہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کو کوئی چیز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ وہ بے انصافی پر اتر آئیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ انصاف کرو، انصاف تقویٰ سے قریب ترین چیز ہے۔ صرف

اپنوں کے ساتھ نہیں، بلکہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف۔ یہ حکم ہے اسلام کا۔ اور یہ انصاف صرف قانون ہی میں نہیں، جس پر کہ انگریزوں کو بڑا ناز ہے، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں انصاف ہونا چاہئے۔

اسلام صرف قانون [illegible] زور نہیں دیتا ہے بلکہ اس کے نزدیک معاشی زندگی میں بھی انصاف ہونا چاہئے چنانچہ معاشی زندگی میں انصاف قائم کرنے کے لئے اس نے ہر قسم کی معاشی لوٹ کھسوٹ کو حرام قرار دیا ہے۔ اس نے سود کو ممنوع قرار دیا، اور سود معاشی لوٹ کھسوٹ کی اصل بنیاد ہے۔ اور فرمایا جو شخص سودی کاروبار کرتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

مزدوروں کے بارے میں اسلام کا نظریہ اتنا صاف ہے، جیسا کہ بخاری شریف کی ایک حدیث بھی ہے۔

(۱) مزدور اور جو زرخرید لوگوں سے
کام لیتے ہیں، ان کو وہ اپنا بھائی
خیال کریں، اور دونوں میں تعلقات
کی نوعیت ایسی ہو، جیسے بھائی
بھائی میں ہوتی ہے۔
(۲) دوسرا حکم ان کو کھانے، پہننے اور رہنے
سہنے کی حد تک دونوں کی معاشی
سطح برابر ہو۔ جو خود کھائے وہ
مزدور کو کھلائے، اور جو خود پہنے
وہ مزدور کو پہنائے۔

تجارتی لین دین میں اسلام نے زیادہ نفع کمانے کی ہر حرکت کو قابل گرفت قرار دیا ہے۔ اس نے سٹے، ذخیرہ اندوزی، کم ناپنا تولنا اور بیچ کچھ، ناپ تول میں بے ایمانی، گاہک کی ضرورت کے خیال سے زیادہ قیمت مانگنا، اور اس قسم کی جتنی بھی لوٹ کھسوٹ کی ترکیبیں ہو سکتی ہیں ان کو حرام قرار دیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ زندگی کے ادنیٰ سے ادنیٰ کام میں بھی انصاف کا ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

یہی حکم ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم اسلامی حکومت میں مسلمان تاجروں کا سب مال لے لے تو پھر بھی جس طرح ان کے یہاں کے تاجروں کا سب مال نہیں لینا چاہئے کیوں کہ جیسا کہ رسول خدا یہ فرماتے ہیں۔

"نحن احق بمکارم الاخلاق۔ اعلیٰ اخلاق امور کی پابندی کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔"

کسب معاش کا ایک بہت بڑا ذریعہ زمین ہے یہ طریقہ کہ کچھ لوگ زمین جوتتے بوتیں، اس پر پسینہ بہائیں اور سال کے آخر میں ان کے پاس کھانے کو بھی کچھ نہ رہے اور دوسرے لوگ جو اس زمین کی شکل تک نہ دیکھیں، وہ محض اس کے مالک ہونے کی وجہ سے اس کی آمدنی کا بیشتر حصہ لے جائیں۔ اسلام کے نزدیک یہ بہت بڑی بے انصافی ہے۔

اس ضمن میں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"جس کے پاس زمین ہو وہ اس میں
خود کھیتی کرے یا اپنے بھائی کو کھیتی
کے لئے دے دے۔ اور اگر وہ اس
سے بھی انکار کرے تو پھر چاہئے کہ
روک رکھے۔"

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:۔

"اس کے علاوہ حدیث کی کتابوں
سے اور بھی مواد فراہم کیا جا سکتا ہے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو کھیتی
کے لئے بٹائی یا کرایہ پر کسی کو دے دے
یعنی یہ بات کہ نقدی بھی کچھ لے بعض
حدیثوں میں اس پر ربوا کے لفظ کا
اطلاق کیا گیا ہے۔"

(اسلامی معاشیات صفحہ ۳۰۵)

اسلام معاشی ناہمواریوں کا اس قدر دشمن ہے اور اس کو یہ چیز اس حد تک ناپسند ہے کہ کچھ لوگ تو کھائیں پئیں اور کچھ بھوکے رہیں کہ رسول اللہ صلعم نے ایک دفعہ حکم دیا تھا کہ لوگوں کے پاس جس قدر بھی کھانے کی چیزیں ہیں، وہ ایک جگہ جمع کی جائیں۔ اور پھر ان کو سب میں مساویانہ تقسیم کیا جائے۔

جگہ کی قلت کی وجہ سے ہم اس سلسلے کی اور مثالیں یہاں پیش نہیں کر سکتے اور نہ ہم بتا سکے کہ اسلام نے معاشی انصاف پر کس قدر زور دیا ہے۔ اور اس کی یہ کتنی کوشش ہے کہ انسانوں میں اقتصادی برابری ہو، اور نتیجہ یہ ہو کہ سب کو کھانے اور پہننے کو ملے۔ اور تمام بھائی بھائی بن کر رہیں۔

آخر میں ہم قارئین سے ایک سوال کرتے ہیں:۔

سیاست، معاشیات اور معاملات
میں اسلام کے جو بنیادی اصول ہم
نے اوپر بیان کئے ہیں، کیا ان پر
صالح، تندرست اور مفید معاشرے
کی تعمیر نہیں ہو سکتی ــــ؟

اس سلسلے میں ایک عرض ہم اور کرنا چاہتے ہیں اسلام کے ان بنیادی اصولوں کا تصور ہمارے نزدیک مولانا مودودی کا سا نہیں۔ جن کو عمل میں لانے کے لئے ہمیں اپنی مادی زندگی کو معاش کے جملہ مظاہر کو پیچھے لے جانا پڑے۔ اس معاملہ میں ہم علامہ اقبال کے مقلد ہیں، جن کے نزدیک اسلام کی روح حرکی ہے اور وہ اجتماعی اداروں اور قانون میں بھی ارتقاء اور نمو کو مانتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو اگر بحیثیت ایک زندہ قوم کے زندہ رہنا ہے تو اپنے ماضی کو نئی اقدار میں ڈھالنا ہوگا۔

سوشلسٹ پارٹی اور زبان اردو

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

آج کی صحبت میں ہم اس کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس تقریر میں مسٹر جے پرکاش موصوف نے زبان کے مسئلہ پر اپنی پارٹی کے خیالات واضح فرمائے تھے۔ یہ تقریر اس لحاظ سے ضرور ہماری دلچسپی کا باعث ہے کہ مسٹر جے پرکاش نارائن نے واضح الفاظ میں یہ فرما دیا ہے کہ ان کی پارٹی موجودہ مجلس دستور ساز کی کارروائی اور فیصلوں کی پابند نہیں ہے اور برسر اقتدار آجانے کے بعد وہ مجلس کے تیار کردہ دستور کی اس سے مسترد کر کے ملک کا نیا دستور بنائے گی۔ اس لحاظ سے وہ ملک کی سرکاری زبان کے فیصلہ کو بھی تسلیم نہیں کرتی اور اگر وہ برسر اقتدار آگئی تو یہ فیصلہ کو بھی تسلیم نہیں کرتی اور اگر وہ برسر اقتدار آگئی تو یہ فیصلہ بھی تبدیل کر ڈالا جائے گا کانگرس کے جو حاضروں نے اپنی تقریریں جو کچھ فرمایا ہے وہ واقعی ہمارے لئے حیرت انگیز اور کچھ حد تک بعید از فہم بھی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم آج اس مسئلہ پر سوشلسٹ پارٹی سے وضاحت کے طالب ہو رہے ہیں۔

مسٹر جے پرکاش نارائن نے اپنی تقریر میں کانگرس پر نکتہ چینی کرتے ہوئے فرمایا کہ کانگرس گاندھی جی کے اصول اور خود اپنی سابقہ تجاویز سے ہٹ گئی ہے اور اس نے ہندوستانی کی جگہ ہندی کو ملک کی سرکاری زبان قرار دے کر اپنے سابقہ مواعید کو پامال کر ڈالا ہے۔ اس کے بعد موصوف نے یہ اعلان فرمایا کہ سوشلسٹ پارٹی اس معاملہ میں گاندھی جی کی تعلیمات کی پیرو ہے اور ہندوستانی کو ملک کی سرکاری زبان قرار دینے کی خواہشمند ہے بہت اچھا جیتے رہو شاد رہو خوش دل شاد۔

ہم حامیان اردو کے لئے اس سے زیادہ خوش آئندہ اعلان اور کیا ہو سکتا ہے لیکن اس کے بعد ہی مسٹر جے پرکاش نارائن کے اس اعلان نے ہمیں حیران کر دیا کہ سوشلسٹ پارٹی ہندی رسم الخط کو ملک کا رسم الخط تصور کرتے ہوئے یہ چاہتی ہے کہ تمام صوبہ جاتی زبانیں اسی رسم الخط میں لکھی جائیں اور اردو رسم الخط کو محض ایک اہم بین الاقوامی رسم الخط تصور کرتے ہوئے سوشلسٹ اس کی مخالفت نہیں کرتی کیونکہ اکثر ہمسایہ ممالک میں جن سے ہمارے گہرے دوستانہ اور تجارتی روابط ہیں خود یہی رسم الخط جاری ہے۔

گویا مسٹر جے پرکاش نارائن اردو رسم الخط کو ایک غیر قومی رسم الخط تصور کرتے ہیں اور اسے بھی اسی طرح برداشت کرنا چاہتے ہیں جس طرح تجارتی اور دوسری اغراض کے پیش نظر انگریزی رسم الخط کو برداشت کیا جا رہا ہے اور پھر اس پر دعویٰ یہ ہے کہ سوشلسٹ پارٹی ان گاندھی جی کی مقلد ہے جو ہندوستانی کو دونوں رسوم الخط میں لکھنے کے حامی اور دلدادہ تھے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا (؟) — سوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است!

اس کے ساتھ ہی جب ہم ڈاکٹر رام منوہر لوہیا اور دوسرے لیڈروں کی ان تقریروں کو دیکھتے ہیں جو ہندی

کی حمایت میں کر چکے ہیں تو ہماری حیرت میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا ہے اور ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ جب سوشلسٹ لیڈر حامیان ہندی کے مجمع میں جاتے ہیں تو از سر تا پا ہندی کے علمبردار بن جاتے ہیں اور جب ان کو حامیاں اردو سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ اردو رسم الخط کی بقا اور ہندوستانی کی سرکاری زبان ہونے کا اعلان شروع کر دیتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس دو عملی پالیسی کا کیا مقصد ہے اور اگر انتخاب میں طرفین کی ووٹ حاصل کرنے کے لئے یہ چاپلوسی کی پالیسی نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔ (آفتاب بمبئی)۔

کشمیر کے تعطل پر "گارجین کا تبصرہ"

لندن۔ ۲۰ فروری۔ کشمیری تعطل پر لکھتے ہوئے اخبار "مانچسٹر گارجین" لکھتا ہے کہ سیاستی کونسل پھر ایک بار کشمیر کی تنازعہ کی طرف توجہ دے رہی ہے۔ ہندوستانی اور پاکستانی نمائندوں کے بیانات کی سماعت کرنے کے بعد ان نمائندوں کے دلائل کو سمجھنے کے لئے اس نے وقفہ لے لیا ہے۔ اس ہفتہ کے بعد کونسل ان بیانات میں یکسانیت پیدا کرنے کے لئے اپنی کوشش کا از سر نو آغاز کرے گی۔ ان مسائل کی وجہ سے پیدا شدہ جذبات کا ذکر کرتے ہوئے اخبار مذکور لکھتا ہے کہ ان حالات کے تحت متنازعین دو ناظرین کی طرف سے نکتہ چینی بہت کم فائدہ مند ہو سکتی ہے بلکہ یہ سمجھا جانا چاہئے کہ قانونی نزاع سے نہیں بلکہ بے عقل طاقتوں کے کھیل سے نمٹ رہے ہیں صرف ایک ہی مفید راستہ یہ ہے کہ ایسے نئے نئے راستے بتائے جائیں کہ جن پر سے واقعات گذر جائیں۔ سیاستی کونسل میں حالیہ بحث کا سب سے اہم امید افزا خبر یہی کہ ہندوستانی نمائندہ نے اصولی طور پر استصواب عامہ کے ذریعہ کشمیر کے مستقبل فیصلہ کی نسبت ہندوستان کی رضامندی کی توثیق مزید کی۔ مسٹر بی۔ این راؤ نے ہندوستان میں کشمیر کی شرکت کے زمانہ کا ذکر کیا اور کہا کہ ہندوستان نے خود پر یہ ذمہ داری عاید کر لی ہے کہ سخت بد نظمی کے وقت جب شرکت عمل میں آچکی ہے تو اس مسئلہ کا تصفیہ جوں ہی نظم و ضبط بحال ہو جائے اور کشمیر کی سرزمین حملہ آور سے پاک ہو جائے کشمیری عوام کی رائے شماری سے ہونا چاہئے مذکورہ ذمہ داری بالکلیہ از خود عاید کردہ ہے یہ ایک حقیقت ہے جسے نکتہ چینی کرنے والے بار بار بھول جاتے ہیں۔ اگر ہندوستان استصواب عامہ نہیں چاہتا تو اس کے لئے اسے کوئی چیز مجبور نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کا عہد اپنی شرطوں کے ساتھ ابھی تک قائم ہے اخبار مذکور نے لکھا ہے کہ یہ ایک خوش آئند بیان ہے جس سے یہ امید پیدا ہوتی ہے کہ ابھی ایسا موقعہ نہیں آیا (؟)

نہیں رہا ہے کہ ہندوستان استصواب عامہ سے گریز کرتے ہوئے علیحدہ شرطوں کے سوال کے ساتھ اس مسئلہ کو زیادہ محدود بنا دیا ہے جن کے تحت استصواب عامہ کا انعقاد ہوگا۔

نظام آباد

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳)

سرکار کو کیا اطلاعیں ملی ہیں۔ پولیس کارروائی کے بعد متعدد مقامات پر اس قسم کے ناخوشگوار واقعات ہوئے مختلف ذریعوں سے جو خبریں پہنچیں ان سے کافی بے چینی پیدا ہوئی۔ مختلف افواہیں پھیل گئیں۔ مگر سرکار نے ان کے متعلق کوئی اعلان شائع نہیں کیا۔

نظام آباد اور ما سبھائی کے فسادات کی جمعیت العلماء نے تحقیقات کی اور اس کی رپورٹ سرکار کے آگے رکھدی ہے سرکار کا کوئی اعلان جاری نہ ہونے کی وجہ سے یہ پتہ نہیں چل رہا ہے کہ سرکار اس خصوص میں کیا نقطۂ نظر رکھتی ہے۔ اس قسم کے وارداتوں کے انسداد کے لئے کیا تدابیر اختیار کر رہی ہے۔ جمعیت نے نظام آباد کے فساد کے متعلق ایک نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ باہر سے آنے والے لوگوں کے طرز عمل نے اس فساد کو جو اور بالخصوص جب کہ مختلف اضلاع سے سیول لائز ٹریڈروں کو بدلا جا رہا ہے تو یہ شبہات پیدا ہو رہے ہیں کہ ہر جگہ اس قسم کے واقعات ہوں گے۔

ہم سرکار سے امید کرتے ہیں کہ وہ بہت جلد جمعیت العلماء کی رپورٹ پر جو کارروائی ہوئی ہے اس سے ملک کو واقف کرائے گی۔ اور ان فسادات سے متاثر ہونے والوں کے نقصانات کی تلافی کرے گی۔ اور اس کا انتظام کرے گی کہ اس قسم کے واقعات کا انسداد ہو۔ (سماج)

سرت چندر بوس کی آخری اپیل

کلکتہ۔ ۲۱ فروری۔ سرت چندر بوس نے مرنے سے پہلے اپنے اخبار "نیشن" کے لئے ایک مضمون تحریر کیا ہے اس مضمون کا عنوان ہندوستان اور پاکستان سے ایک اپیل ہے۔ اس مضمون میں موصوف نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ مشرقی بنگال سے ہندوؤں کے مکمل تخلیہ سے مسئلہ حل نہیں ہو سکتا ہے اور نہ آبادی کے تبادلہ سے۔ موصوف نے اپنے انتقال سے نصف گھنٹہ قبل یہ مضمون لکھوا رہے تھے۔ سرت بوس نے مشرقی بنگال کے مسئلہ کے تصفیہ کے لئے اس مضمون میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ مشرقی بنگال کو ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے ہندوستان میں شریک کرنی چاہئے۔ اس تجویز کو عملی صورت دینے کے لئے انھوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کی خاطر وہ اپنی پوری توانائیاں صرف کر دیں۔ موصوف نے بنگال کی مسلم رہنماؤں کو انتباہ کیا کہ زیادہ مفید نہیں ہو سکتا مشرقی بنگال کے عوام کی ... [illegible]

روس اور عالمی قیادت

واشنگٹن ۲۲ فروری۔ امریکی سنات کی مجلس بیرونی تعلقات اور ایوان بیرونی مسائل کے ایک مشترکہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے معتمد مملکت مسٹر ڈی۔ این۔ ایچ نے امریکی کانگریس پر زور دیا کہ جو کچھ بھی وہ کرسکتی ہے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر فوراً کرے اور روس کے ان نقشوں کو مٹا دے جو عالمی قیادت کے خواب دیکھتے ہوئے وہ بنا رہا ہے۔ انھوں نے کہا، عالمی مسائل میں آج روس کی جسارت حد اعتدال سے کہیں تجاوز کرگئی ہے۔

یہ جلسہ اس لئے طلب کیا گیا تھا کہ مارشل تجویز کے تحت تیسرے سال کی امداد کانگریس سے منظور کرا دے اور نئی ضروریات کے تحت اس مرتبہ (۲۹۵۰۰۰۰۰۰) ڈالر کی منظوری حاصل کی جارہی ہے۔

مسٹر ایچی سن نے اپنی تقریر میں کہا کہ روس امن عالم کو مسلسل دھمکیاں دے رہا ہے ہمارے سامنے اس وقت یہ سوال بہت اہم ہے کہ دھمکیوں کا کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ اور کرملین بنائے ہوئے نقشوں کو کس طرح مٹایا جائے؟ یہ کام مشکل ہے، لیکن اگر ہم اصول سے کام کریں اور کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دیں تو یقین ہے روسی خواب ادھورے ہی رہ جائیں گے۔

مسٹر ایچی سن نے کہا، یوروپین رکوری پروگرام کو جاری رکھنے کے معنی یہ نہیں کہ روس کے خطرے نے سہارا دیا ہے اس کے برعکس ایک آزاد دنیا میں ممالک کی خوشحالی فائدہ رساں ہی ثابت ہوگی۔

بیرونی امداد کے ناظم پال جی۔ ہافمن نے یوروپی تحفظ اور عمومی صیانت کے لئے کانگریس سے (۳۱۰۰۰۰۰۰۰) ڈالر کی منظوری چاہی ہے، تاکہ کمیونزم کے پھیلنے کو محدود کیا جاسکے۔

اجلاس نے کافی غور و بحث کے بعد کانگریس سے مطالبات کے لئے ضروریات اور اخراجات کا ایک خاکہ تیار کیا۔

بیت المقدس کا بین الاقوامی انتظام

جینوا ۱۷ فروری۔ کل جینوا میں اتحادی قوموں کی نگرانی کونسل کا اجلاس بیت المقدس کو بین الاقوامی قرار دینے کے بارے میں غور و خوض کے لئے منعقد ہوا۔

کونسل کے کل کے اجلاس میں اس سلسلہ میں شرق اردن اور اسرائیل کے نمائندوں نے اپنی اپنی حکومتوں کا نقطہ نظر پیش کیا جنھیں کونسل نے خود مدعو کیا تھا۔

شرق اردن کے نمائندوں نے اس بات کا اعلان کیا کہ میری حکومت کسی ایسی تجاویز کو قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں جس کا مقصد بیت المقدس کی تقسیم ہو۔

اسرائیل کے نمائندوں نے بتلایا کہ مقامات مقدسہ صرف ڈیڑھ سو مربع میل میں ہیں لیکن اقوام متحدہ کی مجلس عمومی کے فیصلے کے مطابق ایک سو مربع میل کے رقبہ کو اقوام متحدہ کی نگرانی میں دینے کے لئے کہا گیا ہے۔

اس لئے حکومت اسرائیل اس بات کو ہرگز نہیں مان سکتی۔ اسرائیل کے نمائندہ نے یہ بھی کہا کہ میری بیت المقدس کا اس کے سلسلہ میں کسی طرح دستبردار نہ ہوگی۔

عراق اور شام کے نمائندوں نے مطالبہ کیا کہ بیت المقدس کو اقوام متحدہ کی نگرانی میں دے دینے کے فیصلہ کو فوراً عملی جامہ پہنایا جائے۔

شامی نمائندہ نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا کہ فلسطین کے متعلق سے اقوام متحدہ نے انتہائی ناانصافی سے کام لیا ہے اور اس نے عربوں کی حقیقی خواہشات کو نظرانداز کرتے ہوئے فلسطین کو تقسیم کرکے عربوں پر ایسا ظلم کیا تھا جو شاید ہی مندمل ہوسکے۔

آخر میں شامی نمائندہ نے اعلان کیا کہ اگر بیت المقدس کے مسئلہ کو بھی اتحادی قوموں نے غلط طور پر حل کیا تو اس کا نتیجہ سوا بھی ایسا ہوگا جو سابق میں ہو چکا ہے اور ابھی خبر نہیں کہ اقوام متحدہ کا کیا رویہ ہوگا۔

شامی نمائندہ نے اپنی تقریر میں بتلایا کہ اگر بیت المقدس کو دو گروہوں میں بانٹ دیا گیا تو اس کی تباہی یقینی ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اقوام متحدہ جلد سے جلد اس کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے۔

عراقی نمائندہ نے مطالبہ کیا کہ چونکہ اسرائیل نے مجلس عمومی کے فیصلہ کو ماننے سے انکار کردیا ہے اور اقوام متحدہ سے قطعی بے اعتنائی کی ہے۔ اس لئے فوری طور پر اسرائیل کے خلاف اقتصادی پابندی عائد کردی جانی چاہیئے۔ (ی۔پ)

[illegible]